سوال

(05) اللہ کے ہر جگہ ہونے کا عقیدہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کافی عرصہ ہوا ''الدعوۃ'' میں یہ مسئلہ نظروں سے گزرا کہ ثُمَّ استَوىٰ عَلَى العَرشِ ۳ ... سورۃ یونس" اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ چنانچہ یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ اس کی قدرت ہر جگہ موجود ہے۔ اس سلسلے میں صحیح عقیدے کی وضاحت مطلوب ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بلاریب اللہ عزوجل کا عرش پر مستوی ہونا متعدد قرآنی نصوص سے ثابت ہے۔ اور بہت ساری احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مفہوم کی موکد و موید ذخیرہ کتب محدثین میں موجود ہیں جن کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے اور ائمہ سلف کے بے شمار اقوال و آثار اس بات پر مصرح ہیں جو تاویلات باطلہ کے قطعاً متحمل نہیں ہیں۔ لفظ ''عرش'' کے معنی ''تخت'' اور ''بلند مقام'' کے ہیں۔

الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: العرش فی کلام العرب سیر الملک ''یعنی بادشاہ کا تخت

اور جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

''العرش سریر الملک وعرش البیت سقفہ والعرش والعریش مایستظل بہ وعرش القدم ما نتافی ظہرہا وفیہ الاصابع وعرش البئر طیہا بالخشب بعد ان یطوي اسفلہا بالحجارۃ قدر قامۃ لذلک الخشب ہوالعرش والجمع عروش وعرش یعرش ویعرش عرشا اي بنی بناء من خشب'' (الصحاح: 1/349-350)

ڈاکٹر غنیمان فرماتے ہیں۔ جو کچھ اہل لغت نے ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش بلند و بالا تخت کا نام ہے جس کے اوپر بادشاہ براجمان ہوتا ہے اور اس کا اطلاق چھت پر بھی ہوتا ہے۔ اور رب جل وعلا کے عرش پر دونوں معنیٰ مطبق ہیں۔ وہ اس کے مستوی ہونے کا محل ہے اور کائنات کے لیئے چھت بھی ہے۔ (شرح کتاب التوحید من صحیح البخاری: 1/350)

اور لفظ ''استواء'' کی تعبیر میں سلف سے مختلف الفاظ منقول ہیں

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال ابوالعالیۃ: استوي الی السماء ''اي ارتفع فسواہن ''خلقھن   وقال مجاہد: ''استوي علافی العرش''

یعنی ابوالعالیہ نے کہا استوي الی السماء کا معنی ہے آسمان کی طرف چڑھا ''فسواہن'' ان کو پیدا کیا۔

اورمجاہد نے کہا: استوي کا معنی ہے عرش پر بلند ہوا۔ (ترجمۃ الباب صحیح بخاری 1۔

ربیع بن انس نے کہا:

''ثم استوي الی السماء: ارتفع الی السماء

(تفسیر طبری: 1/429 تحقیق محمود شاکر)

اورلالکائی نے بسند بشر بن عمر سے بیان کیا ہے میں نے کئی ایک مفسرین

سے سنا ہے وہ کہتے تھے (الرَّحمٰنُ عَلَى العَرشِ استَوىٰ) ارتفع

1۔ صحیح بخاری کتاب التوحید باب (وکان عرشہ علی الماء)

(شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ)

اورحافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الاستواء: الاستقرار فی العلو وبہذا خاطبنا اللہ عزوجل فقال: لتستووا علی ظہورہ ثم تزکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ''

کلبی اورمقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''استقر'' قرار پکڑا اورابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا صعد چڑھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ائمہ سے یہ معانی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: معتزلہ نے استواء کی تاویل ''استیلاء'' یعنی غلبہ سے کی ہے۔

اواہل سنت کہتے ہیں:

الاستواء علی العرش صفۃ اللہ تعالیٰ بلاکیف یجب علی العبد الایمان بہ وبکل العلم فیہ الی اللہ عزوجل (تفسیر البغوی: 2/237)

یعنی عرش پر مستوی ہونا کیفیت بیان کرنے کے بغیر اللہ کی صفت ہے بندے پر واجب ہے کہ اللہ پر ایمان لائے اوراس میں کہنہ کا علم اللہ کے سپرد کردے۔

اورصاحب ''التحفۃ المھدیۃ شرح الرسالۃ التدمیریہ'' مذکورہ الفاظ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔:

وہذہ العبارات وان اختلفت فمقصودہم واحد وہو اثبات علو اللہ علی العرش'' (١/١٤٧)

تاہم جن لوگوں نے ''استوی'' کی تاویل ''استولیٰ'' (غالب ہوا) سے کی ہے ان کا استدلال ایک شعر سے ہے :

ثم استوي بشر علی العراق من غير سيف او دم مهراق

یعنی بشر عراق پر بلا قتل وغارت کے غالب آگیا۔ لیکن اس کے بارے میں صاحب التحفۃ المھدیۃ فرماتے ہیں :

''ولم یثبت بنقل صحیح انہ شعر عربی وکان غیر واحد من ائمۃ اللغۃ قد انکروہ وقالوا : انہ بیت مصنوع لایعرف فی اللغۃ''

''یعنی یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی کہ یہ عربی شعر ہو بہت سارے ائمہ لغت نے اس کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ لغت میں غیر معروف اور من گھڑت شعر ہے۔''

چنانچہ ابو لمظفر اپنی کتاب ''الافصاح'' میں فرماتے ہیں :

''سئل الخلیل ھل وجدت فی اللغۃ استوي بمعنی استولیٰ؟ فقال : ہذا مالا تعرفہ العرب ولا ہو جائز فی لغتہا''

''یعنی خلیل سے دریافت ہوا کہ تونے لغت میں ''استوی'' بمعنی ''استولیٰ'' (غالب ہوا) پایا ہے۔ کہا یہ وہ شے ہے جس سے عرب ناواقف ہیں۔ اور نہ ان کی زبان میں یہ جائز ہی ہے۔''

ابو نصر سجزی نے ''الابانۃ'' میں کہا ہے :

''وائمتنا کسفیان ومالک والحمادین وابن عیینۃ والفضیل وابن المبارک واحمد ابن حنبل واسحاق متفقون علی ان اللہ سبحانہ فوق العرش وعلمہ بکل مکان وانہ ینزل الی سماء الدنیا وانہ یغضب وبرضی ویتکلم بما شاء'' (سیر اعلام النبلاء: 17/650)

''یعنی ہمارے ائمہ جیسے سفیان مالک دونوں حماد ابن عینیہ الفضیل ابن المبارک احمد بن حنبل اور اسحاق سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اور وہ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ وہ راضی ناراضی ہوتا ہے جس شے کے ساتھ چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔''

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہے : کما یلیق بجلالہ''

البتہ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۱۲ ... سورة الطلاق" جملہ اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے۔ اس کا خلاف الحاد اور گمراہی ہے۔

ھذا ما عندي واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ

ج1ص186

محدث فتویٰ